مسئلہ غلامی: تاریخی جبر سے اسلامی عدل تک—ایک تجزیاتی مطالعہ

“The Issue of Slavery: From Historical Oppression to Islamic Justice — An Analytical Study”

ملیحہ *

ڈاکٹر مقدس اللہ **

Received: April,2025
Accepted: May,2025
Published: June,2025

ISSN(P)2664-0031(E)2664-0023
DOI: https://doi.org/10.37605/fahmiislam.v8i1.3

Abstract :

This research highlights that Islam curtailed the practice of slavery, closed its doors, and provided existing slaves with dignity, education, and the path to freedom, promoting the principles of equality, justice, and compassion. The concept of slavery in Islam is based on reform, gradual change, and human rights.

Islam protected prisoners from the torment of imprisonment by integrating them into society and granting them rights such as food, clothing, shelter, education, marriage, and the possibility of freedom. A gradual strategy was adopted to end slavery so as not to disrupt the social order. Emancipation of slaves was encouraged as a virtuous act, an act of worship, charity, and expiation for sins. Islamic injunctions such as mukataba (contract of emancipation), zihar, unintentional murder, and broken oaths included freeing slaves as a means of atonement.

The Prophet Muhammad ﷺ and his companions set practical examples in emancipating slaves, with thousands being set free during their time. There is a clear distinction between Islamic and Western slavery: while the West used slavery for racial and economic exploitation, Islam approached it as a humane, ethical, and rehabilitative institution.

Keywords: Slavery, Freedom, Gradual reform, Integration into society

تمہید:

اسلام میں غلامی کا تصور اصلاح، تدریج اور انسانی حقوق کے اصولوں پر مبنی ہے۔ اسلام نے غلامی کو پیدا نہیں کیا بلکہ موجودہ غلامی کے نظام کو محدود، منصفانہ اور انسان دوست بنانے کے لیے انقلابی اقدامات کیے۔ جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی صرف ایک صورت کو باقی رکھا گیا، وہ بھی اس وقت جب کوئی بہتر متبادل موجود نہ

* پی ایچ ڈی سکالر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز قرطبہ یونیورسٹی اینڈ انفارمیشن پشاور کے-پی، پاکستان(Correspondence Author)

** اسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز قرطبہ یونیورسٹی برائے سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور کے-پی، پاکستان۔

ہو۔ اسلام نے غلاموں کو قید خانوں کی اذیت سے بچا کر معاشرے کا حصہ بنایا، ان کے لیے کھانے، کپڑے، رہائش، تعلیم، نکاح اور آزادی جیسے حقوق فراہم کیے۔ اسلام نے غلامی کے خاتمے کے لیے تدریجی حکمتِ عملی اختیار کی، تاکہ معاشرتی نظام درہم برہم نہ ہو۔ غلاموں کی آزادی کو عبادت، صدقہ، کفارہ اور فلاحی عمل قرار دیا گیا۔ مکاتبت، ظہار، قتلِ خطا، قسم توڑنے جیسے احکام میں غلاموں کی آزادی شامل کی گئی۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے غلاموں کی آزادی میں عملی نمونہ پیش کیا، یہاں تک کہ ہزاروں غلام آزاد کیے گئے۔

اسلام سے قبل غلامی کا تصور

غلامی مسلمانوں نے رائج نہیں کی، بلکہ مسلمانوں سے پہلے یہ طریقہ دنیا میں چلا رائج آرہا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ غلامی کے اس رواج کے ساتھ سب سے اچھا برتاؤ کس نے کیا۔ اسلام نے غلام بنانے کا حکم نہیں دیا البتہ غلامی کے تمام رائج طریقوں کو ممنوع قرار دیا، لیکن بامر مجبوری غلامی کے ایک طریقے (جنگی قیدی بنانے) کو برقرار رکھا۔ لیکن اس میں ایسی اصلاحات کیں کہ غلام بھی سماج کا ایک فرد شمار ہونے لگا۔ اسلام نے بہت خوش اسلوبی سے اس انسانی مشکل کا نہایت حکیمانہ حل پیش کیا، جس کو اگر سمجھ لیا جائے تو بجائے اسلام پر اعتراض پیدا ہونے کے، اسلام کی حقانیت دل میں پیوست ہوتی ہے۔

روم میں غلامی

غلامی کی بدترین مثال سلطنت روم ماضی کی عظیم ترین سلطنت رہی ہے۔ اس کا اقتدار 200 BC سے شروع ہو کر کم و بیش 1500 عیسوی تک جاری رہا۔ ان قوانین کو غلامی سے متعلق سخت ترین قوانین قرار دیا جا سکتا ہے۔ پروفیسر کیتھ بریڈلے اپنے آرٹیکل "قدیم روم میں غلاموں کی مزاحمت (Resisting Slavery in Ancient Rome)" میں اس دور کی غلامی کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "روم اور اٹلی میں، 200 قبل مسیح سے لے کر 200 عیسوی تک، کی چار صدیوں میں آبادی کا چوتھائی بلکہ تہائی حصہ غلاموں پر مشتمل تھا۔ اس دوران کروڑوں کی تعداد میں مرد، خواتین اور بچے کسی بھی قسم کے حقوق کے بغیر رہتے رہے ہیں گویا کہ قانونی اور معاشرتی طور پر وہ سرے سے وجود ہی نہیں رکھتے۔ وہ انسان ہی نہیں سمجھے جاتے تھے"[1]

پلوٹرک کی بیان کردہ معلومات کے مطابق کسی غلام کا نام ہی نہ ہوا کرتا تھا۔ انہیں کوئی چیز اپنی ملکیت میں رکھنے، شادی کرنے یا قانونی خاندان رکھنے کی کوئی اجازت نہ ہوا کرتی تھی۔ غلاموں کا مقصد یا تو محض محنت کرنے والے کارکنوں کا حصول ہوا کرتا تھا یا پھر یہ اپنے آقاؤں کی دولت کے اظہار کے لئے اسٹیٹس سمبل کے طور پر رکھے جاتے تھے۔ غلاموں کو جسمانی سزائیں دینا اور ان کا جنسی استحصال کرنا عام تھا۔ اپنی تعریف کے لحاظ سے ہی غلامی ایک وحشی، متشددانہ اور غیر انسانی ادارہ تھا جس میں غلام کی حیثیت محض ایک جانور کی سی تھی۔[2]

قدیم یونان

قدیم یونانی معاشرہ میں پورا ایک طبقہ ہیلوٹس کا تھا جو غلاموں پر مشتمل ہوتا تھا۔ یونان میں بہت سے لوگوں کے پاس اپنی زمین نہ تھی اور (مزارعت پر کاشت کرنے کی وجہ سے) انہیں اپنی فصل کا بڑا حصہ جاگیرداروں کو دینا ہوتا تھا۔ اس وجہ سے یہ لوگ قرض لینے پر مجبور ہوتے اور سوائے اپنے جسم و جان کے ان کے پاس کوئی چیز رہن رکھنے کے لئے نہ ہوا کرتی تھی۔ ان لوگوں کو غلام بنا لیا جاتا۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک وقت میں ایتھنز شہر میں محض 2100 شہری اور 460,000 غلام موجود تھے۔۔ غلاموں کو اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے سب کچھ کرنا پڑتا تھا۔ پہلے عبرانیوں کے ہاں اور پھر یونانیوں میں غلاموں سے

نہایت ہی سخت برتاؤ رکھا جاتا تھا۔ یونان کی تمام شہری ریاستوں میں معاملہ ایک جیسا نہ تھا۔ ایتھنز میں غلاموں سے کچھ نرمی برتی جاتی جبکہ سپارٹا میں ان سے نہایت سخت سلوک کیا جاتا لیکن عمومی طور پر غلام بالکل ہی بے آسرا تھے۔[3]

چین اور کنفیوشن ممالک

چین روم کی طرح مکمل طور پر ایک غلام معاشرہ نہیں بن سکا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ یہاں ہمیشہ سے عام طور پر سستے کارکن موجود رہے ہیں۔ بعض غلاموں سے اچھا سلوک بھی کیا جاتا رہا ہے لیکن اس کے باوجود انہیں بہت سے انسانی حقوق حاصل نہ رہے ہیں۔ کنفیوشس (551 – 479BC) کے فلسفے اور اخلاقیات پر یقین رکھنے والے دیگر ممالک جیسے مشرقی چین، جاپان اور کوریا میں بھی غلامی موجود رہی ہے۔ اسمتھ کے مطابق ابتدائی طور صرف حکومت کو غلام بنانے کی اجازت دی گئی جو کہ جنگی قیدیوں اور دیگر مجرموں کو غلام بنانے تک محدود تھی۔ کچھ عرصے بعد پرائیویٹ غلامی اور جاگیردارانہ مزدوری کا نظام بھی آہستہ آہستہ پیدا ہو گیا۔[4]

قدیم مصر

مصر میں بھی دنیا کے دوسرے خطوں کی طرح غلامی موجود رہی ہے۔ مصری قوانین کے تحت پوری رعایا کو فرعون کا نہ صرف غلام سمجھا جاتا تھا بلکہ ان سے فرعون کی عبادت کا مطالبہ کیا جاتا تھا۔ اہرام مصر کی تعمیر سے متعلق جو تفصیلات ہمیں ملتی ہیں، ان کے مطابق اہرام کی تعمیر ہزاروں کی تعداد میں غلاموں نے کی تھی۔ کئی کئی ٹن وزنی پتھر اٹھانے کے دوران بہت سے غلام حادثات کا شکار بھی ہوئے تھے۔[5] مصر میں چوری جیسے جرائم کی سزا کے طور پر غلام بنانے کے رواج کا ذکر قرآن مجید کی سورہ یوسف میں ہوا ہے۔ یہاں یہ وضاحت موجود نہیں ہے کہ ایسے شخص کو ساری عمر کے لئے غلام بنا دیا جاتا تھا یا پھر کچھ مخصوص مدت کے لئے ایسا کیا جاتا تھا۔ مصر میں غربت کے باعث لوگوں میں خود کو فروخت کر دینے کا رجحان بھی موجود تھا۔[6] حضرت یوسف علیہ السلام کا قرآن میں ذکر ہے ان کو بھی اسی طرح بیچا گیا۔ مصر کی تاریخ میں سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ پہلے ایڈمنسٹریٹر تھے جنہوں نے اس رواج کو ختم کرتے ہوئے کثیر تعداد میں غلاموں کو آزادی عطا کی۔

ہندوستان

کے ایس لال کی فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق قدیم ہندوستان میں بھی غلامی موجود رہی ہے البتہ دنیا کے دیگر خطوں کی نسبت یہاں غلاموں سے بہتر سلوک کیا جاتا رہا ہے۔ گوتم بدھ نے اپنے پیروکاروں کو حکم دیا کہ وہ غلاموں سے صرف اتنا ہی کام لیں جو وہ کر سکیں۔ قدیم ہندوستان غلامی کی ایک اور شکل بھی تھی وہ تھا ان کا ذات پات کا نظام۔ اس نظام کے تحت معاشرے کو چار بنیادی ذاتوں میں تقسیم کیا گیا۔ ان میں برہمن کا کام مذہبی رسومات سرانجام دینا، کھشتری کا کام فوج اور حکومتی معاملات دیکھنا، ویش کا کام تجارت کرنا اور شودر کا کام زراعت، صفائی اور دیگر نچلے درجے کے کام کرنا ہے۔ آواگون کے عقیدے کے تحت (کسی شخص کے) غلام ہونے کو اس کے پچھلے جنم کے گناہوں کی سزا قرار دیا گیا۔[7]

عرب میں غلامی

غلاموں کا طبقہ عرب معاشرے میں حقیر ترین طبقہ تھا۔ عربوں کے زیادہ تر غلام افریقہ سے لائے گئے تھے۔ ان کے علاوہ سفید رنگت والے رومی غلام بھی ان کے ہاں پائے جاتے تھے۔ یہ زیادہ تر عراق یا شام سے لائے جاتے تھے۔ ان غلاموں کی خرید و فروخت جانوروں یا بے جان اشیاء کی طرح کی جاتی تھی۔ مالک غلام کی کسی غلطی پر مالک اسے موت کی سزا بھی دے سکتا تھا آقا کو لونڈی پر مکمل جنسی حقوق حاصل ہوا کرتے تھے لیکن اگر آقا کسی لونڈی کی شادی کر دے تو پھر وہ خود اپنے

حق سے دستبر دار ہو جایا کرتا تھا۔ بہت سے آقا اپنی لونڈیوں سے عصمت فروشی کروایا کرتے تھے اور ان کی آمدنی خود وصول کیا کرتے تھے۔ ایسی لونڈیوں کو جنس مخالف کو لبھانے کے لئے مکمل تربیت فراہم کی جاتی تھی۔ شب بسری کے لئے کسی دوست کو لونڈی عطا کر دینے کا رواج بھی ان کے ہاں پایا جاتا تھا۔ عربوں میں لڑائی جھگڑا اور بین القبائل جنگیں عام تھیں۔ ان جنگوں میں فاتح، نہ صرف مفتوح کے جنگی قیدیوں کو غلام بناتا بلکہ اس قبیلے کی خواتین اور بچوں کو بھی غلام بنانا فاتح کا حق سمجھا جاتا تھا۔[8]

اسلام اور غلامی

جیسا کہ ہمیں معلوم ہوا کہ پوری دنیا کی طرح عرب معاشرے میں بھی غلامی پوری طرح رچی بسی تھی۔ بڑی حد تک یہ معاشرے کی ناگزیر ضرورت بن چکی تھی۔ آئے دن کی لڑائی بھڑائی اس رواج کو مزید تقویت پہنچا رہی تھی۔ مال مفت دل بے رحم کا چسکا ہر کسی کو لگ گیا تھا۔ ان حالات میں اسلام اپنی جملہ خصوصیات کے ساتھ ظاہر ہوا لہٰذا اس نے اسے فوری طور پر برداشت کیا، لیکن رائج خرابیوں کو رفع کرنیکی پوری کوشش کی۔ سید امیر علی اپنی کتاب 'روح اسلام' میں لکھتے ہیں:

> "اسلام کے بہت سے دستور جو بعد میں منسوخ ہو گئے، شروع شروع میں یا تو خاموشی سے جاری رہنے دیئے گئے یا اعلانیہ قانونا تسلیم کر لیے گئے۔ انہیں میں ایک غلامی کا دستور تھا۔ یہ ایک برائی تھی جو عربوں کے گہرے سے گہرے باہمی تعلقات کے تاروپود سے گندھی ہوئی تھی۔ اسے محو کرنے کا طریقہ یہ نہ تھا کہ جتنے غلام اس وقت موجود تھے ان سب کو فی الفور آزادی دے دی جاتی (جو کہ اخلاقی اور معاشی نقطۂ نگاہ سے ناممکن تھا) بلکہ یہ کہ باحکمت اور انسانیت نواز قوانین کے ذریعے آہستہ آہستہ زائل کیا جاتا۔ چنانچہ بہت سے قوانین سلبی اور ایجابی بھی غلاموں کی آزادی کو رفتہ رفتہ وجود میں لانے کی خاطر وضع کیے گئے۔ اگر اس کے مخالف کوئی طریق عمل اختیار کیا جاتا تو نوزائیدہ جمہوریے کی عمارت زمیں بوس ہو جاتی۔"[9]

جیسا کہ اوپر تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے کہ اسلام سے پہلے غلامی موجود تھی۔ ہم دنیا بھر کے مختلف معاشروں کی تاریخ کا اگر جائزہ لیں غلام بنائے جانے کے یہ طریقے معلوم ہوتے ہیں:

- بچوں کو اغوا کر کے غلام بنالیا جائے۔
- اگر کسی کو کوئی لاوارث بچہ یا لاوارث شخص ملے تو وہ اسے غلام بنالے۔
- کسی آبادی پر حملہ کر کے اس کے تمام باشندوں کو غلام بنالیا جائے۔
- کسی شخص کو اس کے کسی جرم کی پاداش میں حکومت غلام بنادے۔
- قرض کی ادائیگی نہ کر سکنے کی صورت میں مقروض کو غلام بنادیا جائے۔
- پہلے سے موجود غلاموں کی اولاد کو بھی غلام ہی قرار دے دیا جائے۔
- غربت کے باعث کوئی شخص خود کو یا اپنے بیوی بچوں کو فروخت کر دے۔
- جنگ جیتنے کی صورت میں فاتحین جنگی قیدیوں کو غلام بنادیں۔

اسلام نے جو اصطلاحات نافذ کیں ان کا ایک حصہ تو ان غلاموں سے متعلق ہے جو معاشرے میں پہلے سے ہی موجود تھے اور دوسرا حصہ آئندہ بنائے جانے والے غلاموں سے متعلق ہے۔

آئندہ بنائے جانے والے غلام

آئندہ بنائے جانے والے غلاموں کے ذیل میں اسلام نے غلامی کی آخری وجہ کے علاوہ باقی انسانی غلامی کے سارے طریقوں پر پابندی لگادی۔ آخری وجہ (جنگی قیدیوں کو غلام بنانا) کو کیوں بر قرار رکھا گیا اس کی اصل یہ ہے کہ اس میں مخلوق کی جان بچائی گی ہے، کیونکہ جب ایک دشمن مسلمانوں کے مقابلے میں فوج کشی کرتا ہو اور اس کے ہزاروں لاکھوں آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہوں، تو اب ان قیدیوں کو کیا کرنا چاہیے؟

ایک صورت تو یہ ہے کہ ان سب کو رہا کر دیئے جائے، اس کا حماقت ہونا ظاہر ہے کہ دشمن کے ہزاروں لاکھوں کی تعداد کو پھر اپنے مقابلے کے لئے مستعد کر دیا۔

ایک صورت یہ ہے کہ سب کو فورا قتل کر دیا جائے، اگر اسلام میں ایسا کیا جاتا تو مخالفین جتنا شور وغل مسئلہ غلامی پر کرتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ اس وقت کرتے کہ دیکھئے کیا سخت حکم ہے کہ قیدیوں کو فورا قتل کر دیا گیا؟

ایک صورت یہ ہے کہ سب کو کسی جیل خانے میں بند کر دیا جائے اور وہاں رکھ کر ان کو روٹی کپڑا دیا جائے، اس سے جیل کا عملہ اور ہزاروں جنگی بے کار ہو جاتا ہے۔ پھر تجربہ شاہد ہے کہ جیل خانے میں رکھ کر آپ چاہے قیدیوں کو کتنی ہی راحت پہنچائیں، ان کی ان کو کچھ قدر نہیں ہوتی کیونکہ آزادی سلب ہونے کا غیظ ان کو اس قدر ہوتا ہے کہ وہ آپکی ساری خاطر مدارات کو بے کار سمجھتے ہیں، تو سلطنت کا اتنا خرچ بھی ہوا اور سب بے سود کہ اس سے دشمن کی دشمنی میں کمی نہ آئے، پھر قید خانے میں ہزاروں لاکھوں قیدی ہوتے ہیں وہ سب کے سب علمی اور تمدنی ترقی سے بلکل محروم رہتے ہیں اور یہ سب بڑا ظلم ہے۔ اسلام نے اس کے بجائے معاشرے میں انویسٹ کر دیا، ان کو قیدی سے بہتر انسانی حقوق اور آزادی دی۔ سوسائٹی نے ان کو خوشی سے قبول کیا اور سلطنت بھی بار عظیم سے بچ گئی، چونکہ ہر شخص کو اپنے قیدی سے خدمات لینے کا حق ہوتا ہے اس لئے وہ اس کو روٹی کپڑا جو کچھ دے گا، اس پر گراں نہیں ہوتا، اس کے لیے ایک نوکر کا معاملہ ہو گیا جس سے وہ خدمت لیتا اور اسے معاوضہ میں روٹی کپڑا اور مکان دیتا، پھر چونکہ غلام کو چلنے پھرنے سیر و تفریح کرنے کی آزادی ہوتی ہے، قید خانے میں بند نہیں ہوتا، اس لئے اس کو اپنے آقا پر غیظ نہیں ہوتا، جو جیل خانہ میں قیدی کو ہوتا ہے۔

آقا کو غلاموں کے ساتھ احسان اور نرمی کا برتاو کرنے کا حکم شرعی بھی تھا اس لیے اچھے سلوک سے اس کا احسان دل میں گھر کر لیتا ہے اور وہ اس کے گھر کو اپنا گھر، اس کے گھر والوں کو اپنا عزیز سمجھنے لگتا ہے۔ اسلام نے غلاموں کی تربیت کا حکم دیا۔ آقا خود چاہتا ہے کہ میرا غلام مہذب و شائستہ ہو، وہ اس کو تعلیم بھی دلاتا ہے، صنعت و حرفت بھی سکھاتا، اسکو علمی اور تمدنی ترقی کا بھرپور موقع ملتا۔ چنانچہ اسلام میں صدہا علماء زہاد ایسے ہوئے ہیں جو اصل میں موالی (آزاد کردہ غلام) تھے، غلاموں کے طبقہ نے تمام علوم میں ترقی حاصل کی، بلکہ غلاموں کو بعض دفعہ بادشاہت بھی نصیب ہوتی تھی۔

پہلے سے موجود غلاموں کا مسئلہ

جو لوگ پہلے سے غلام تھے یا جنگی قیدیوں کی صورت میں بعد میں آئے ان کو اسلام نے بدتریج غلامی سے نکالا۔ اسلام کے احکام میں تدریج کا باعث یہ چیز ہے کہ معاشرے میں پھیلی ہوئی بعض برائیاں جن کی جڑیں کسی معاشرے میں بہت دور تک پھیل جائیں، ان کو یک لخت ختم کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس طریقے سے معاشرے میں بجائے خیر کے، انتشار اور بد نظمی پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شراب کے احکام بھی اسی طرح سے نازل فرمائے تھے۔[10] چونکہ عرب میں ایک ایک آدمی کے پاس بیس، تیس اور سو تک غلام ہوتے تھے۔ اسلام نے اس لعنت کا آغاز نہیں کیا تھا، بلکہ یہ لوگ صدیوں اور نسلوں سے اسی طرح کام کر رہے تھے۔ عرب کے طول و عرض اور عراق، شام اور مصر کی ریاستیں فتح ہوئیں تو اس سارے علاقے میں کروڑوں غلام کام کر رہے تھے۔ چنانچہ اگر ان سب کو بیک

وقت آزاد کر دیا جاتا تو معاشرے میں بد نظمی اور انتشار پھیل جاتا۔ لاکھوں خواتین، مرد اور بچے بے گھر اور لا وارث ہو جاتے۔ چوروں، ڈاکوؤں، بھکاریوں اور بدکاروں کی وہ فوج منظر عام پر آتی جسے سنبھالنا کسی کے بس میں نہ ہوتا۔ چنانچہ اسلام نے اس مسئلے کا حل یہ نکالا کہ مسلمانوں کو غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا، ان کو حقوق دینا شروع کر دیے، انکو معاشرے میں حیثیت متعارف کروائی، حکم دیا جو خود کھاؤ، اور ان کو وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔[11] غلاموں اور لونڈیوں کی اچھی تربیت کرو۔ پھر انکو مختلف بہانوں سے غلامی سے نکالنے کی کوششیں شروع کروائیں، مثلا لونڈیوں کو آزاد کر کے ان کے ساتھ شادی کو دہرے اجر کا باعث قرار دیا۔ غلاموں کو آزاد کرنے کو اسلام نے سب سے بڑی نیکی قرار دیا۔ مختلف گناہوں کے کفارے میں غلام آزاد کرنے کی ترغیب دی[12]۔ پھر مکاتبت کا اصول قرآن نے دیا، جس کی رو سے جو غلام آزاد ہونا چاہتا وہ اپنے مالک سے رقم طے کر کے قسطوں میں ادا کر کے آزاد ہو سکتا تھا۔[13] اسی طرح قرآن نے نیک اور صالح غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح کرانے کا حکم دیا[14] وغیرہ۔ الغرض اسلام نے تدریجاً غلامی کے دروازے بند کیے، نئے غلام بنانے کے اسباب محدود کیے، اور پرانے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک، آزادی اور نکاح کی ترغیب دی۔

غلاموں کی آزادی سے متعلق چند آیات واحادیث

غلامی کے دور میں جب معاشرہ انسانی برابری سے غافل تھا، اسلام نے سب سے بڑی انسانی خدمت یہی قرار دی کہ کسی غلام کو آزادی دلائی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ[15]

اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ دشوار گزار گھاٹی ہے کیا؟ کسی گردن کو غلامی سے آزاد کروانا۔

اسی طرح اسلام نے غلامی کو صرف بندش نہیں سمجھا، بلکہ اس سے نکلنے کے باعزت راستے بھی فراہم کیے۔ "مکاتبت" ایک ایسا انقلابی تصور تھا کہ جس میں غلام اپنی محنت کے ذریعے قسط وار رقم ادا کر کے خود کو آزاد کرا سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ[16]

تمہارے غلاموں میں سے جو مکاتبت کرنا چاہیں، ان سے مکاتبت کر لو اگر تم ان میں بھلائی دیکھتے ہو اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔

اسلام میں غلامی کو صرف آزادی کے اعمال کے ذریعے ہی نہیں، بلکہ گناہوں اور لغزشوں کا کفارہ بھی اسی عمل کو بنایا گیا۔ یعنی اگر انسان کوئی غلطی کر بیٹھے تو اس کا ازالہ کسی کی آزادی کے ذریعے کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعِمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ[17]

تم لوگ جو بغیر سوچے سمجھے قسمیں کھا لیتے ہو، ان پر تو اللہ تمہاری گرفت نہ کرے گا مگر جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاتے ہو، ان پر وہ ضرور تم سے مواخذہ کرے گا۔ (ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ تم دس مساکین کو اوسط درجے کا وہ کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو یا انہیں لباس فراہم کرو یا پھر غلام آزاد کرو۔

ظہار جاہلیت کا ایک گناہ تھا جس میں بیوی کو ماں قرار دے کر اس کا رشتہ توڑ دیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس عمل کو گناہ قرار دیا اور اس کے کفارے کے طور پر ایک غلام کو آزاد کرنے کی شرط رکھی۔ اس میں ایک گہری حکمت یہ ہے کہ ایک تعلق کو توڑ کر دوسرا انسانی تعلق بحال کیا جائے —یعنی ایک غلام کی قید ختم کر کے خاندان اور معاشرے کی اصلاح کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا ذَٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ [18]

جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں قرار دے بیٹھیں اور پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرنا چاہیں تو ان کیلئے لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام آزاد کریں، اس سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے باخبر ہے۔

قتل خطا ایک سنگین فعل ہے، خواہ وہ جان بوجھ کر نہ بھی ہو۔ اسلام نے اس کا کفارہ بھی کسی انسانی جان کی بحالی سے جوڑا—اور وہ ہے غلام کی آزادی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ غلامی کو ختم کرنا اتنا عظیم عمل ہے کہ وہ حتیٰ کہ انسانی جان کے ضائع ہونے کے گناہ کو بھی دھو سکتا ہے، بشرطیکہ وہ ندامت اور اصلاح کے جذبے سے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِناً إِلاَّ خَطَأً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِناً خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ[19]

کسی مومن کو یہ بات روا نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومن کو قتل کرے سوائے اس کے کہ غلطی سے ایسا ہو جائے۔ تو جو شخص غلطی سے کسی مسلمان کو قتل کر بیٹھے وہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے۔

احادیث مبارکہ

ابو بردہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "تین قسم کے افراد کے لئے دوگنا اجر ہے: اہل کتاب میں سے کوئی شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور اس کے بعد محمد ﷺ پر بھی ایمان لایا۔ ایسا غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرتا ہے اور اپنے مالکان کی تفویض کردہ ذمہ داریوں کو بھی پورا کرتا ہے۔ ایسا شخص جس کے پاس کوئی لونڈی ہو جس سے وہ ازدواجی تعلقات رکھتا ہو، وہ اسے بہترین اخلاقی تربیت دے، اسے اچھی تعلیم دلوائے، اس کے بعد اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اس کے لئے بھی دوہرا اجر ہے۔ [20]

رسول اللہ صلی اللہ ﷺ نے خود اس کی مثال قائم فرمائی۔ آپ نے سیدہ صفیہ اور ریحانہ رضی اللہ عنہما کو آزاد کر کے ان کے ساتھ نکاح کیا۔[21] اسی طرح آپ نے اپنی لونڈی سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان کی شادی سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کی۔[22] آپ نے اپنی ایک لونڈی سلمی رضی اللہ عنہا کو آزاد کر کے ان کی شادی ابو رافع رضی اللہ عنہ سے کی۔[23]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جو شخص بھی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس (غلام) کے ہر ہر عضو کے بدلے (آزاد کرنے والے کے) ہر ہر عضو کو جہنم سے آزاد کرے گا۔" سعید بن مرجانہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور ان سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے اپنے ایک غلام کی طرف رخ کیا اور اسے آزاد کر دیا۔ اس غلام کی قیمت عبد اللہ بن جعفر دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار لگا چکے تھے۔[24]

رسول اللہ صلی اللہ ﷺ کو غلاموں کی آزادی سے ذاتی طور پر دلچسپی تھی۔ اوپر بیان کردہ عمومی احکامات کے علاوہ آپ بہت سے مواقع پر خصوصی طور پر غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ بہت سی جنگوں جیسے غزوہ بدر، بنو عبد المصطلق اور حنین میں فتح کے بعد آپ نے جنگی قیدیوں کو غلام نہ بنانے کے لئے عملی اقدامات کئے اور انہیں آزاد کروا کر ہی دم لیا۔ اس کے علاوہ بھی آپ مختلف غلاموں کے بارے میں ان کے مالکوں سے انہیں آزاد کرنے کی سفارش کیا کرتے تھے۔ آپ خود بھی جب یہ محسوس فرماتے کہ آپ کا کوئی غلام آزادانہ طور پر زندگی بسر کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہے تو اسے آزاد فرمادیتے۔ یہ سلسلہ آپ کی پوری زندگی میں جاری رہا حتی کہ آپ کی وفات کے وقت آپ کے پاس کوئی غلام نہ تھا۔

اس تحریک میں نبی ﷺ نے خود 63 غلام آزاد فرمائے۔[25] آپ کی ازواج مطہرات میں سے صرف حضرت عائشہ رضی اللّٰہ عنہا کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد 67 تھی۔[26] حضور کے چچا حضرت عباس رض نے اپنی زندگی میں 70 غلاموں کو آزاد کیا۔ حکیم بن حزام رض نے 100، عبداللہ بن عمر رضي اللہ عنهما نے ایک ہزار، ذوالکلاع حمیری رضی اللہ عنہ نے آٹھ ہزار اور عبدالرحمٰن بن عوف نے تیس ہزار کو رہائی بخشی۔[27]

ایسے ہی واقعات دوسرے صحابہ کی زندگی میں بھی ملتے ہیں، جن میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عثمان غنی رضي اللہ عنهما کے نام بہت ممتاز ہیں۔ خدا کی رضا حاصل کرنے کا ایک عام شوق تھا، جس کی بدولت لوگ کثرت سے خود اپنے غلام بھی آزاد کرتے تھے اور دوسروں سے بھی غلام خرید خرید کر آزاد کرتے چلے جاتے تھے۔ اس طرح جہاں تک سابق دور کے غلاموں کا تعلق ہے، وہ خلفائے راشدین کا زمانہ ختم ہونے سے پہلے ہی تقریباً سب کے سب رہا ہو چکے تھے۔

جنگی قیدیوں کے بارے میں اسلامی تعلیمات

ہجرت مدینہ کے بعد اسلام اور کفر کے درمیان بڑی بڑی جنگیں ہوئیں۔ ان میں بڑی تعداد میں دشمن کی فوج کو قید کیا گیا۔

علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

> "آپ ﷺ نے جنگی قیدیوں میں سے بعض کو ازراہ احسان رہا کر دیا، بعض کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا اور بعض کو قتل کروادیا اور بعض کو مسلمان قیدیوں کے عوض رہا کر دیا گیا"۔[28]

جب قیدیوں کے ساتھ کوئی اور معاملہ کرنے کی صورت نہ ہوتی کہ احساناً چھوڑ دینا، فدیہ لے کر چھوڑ دینا، یا قتل کرنا وغیرہ جنگ کی حکمتوں کے خلاف ہوتا تو پھر انہیں قید کر لیا جاتا۔ چنانچہ جب قیدی بنانے کی نوبت آتی، تو چونکہ اس زمانے میں اجتماعی قید خانے نہیں ہوا کرتے تھے، اس لیے ان قیدیوں کو غلاموں کی صورت میں مختلف خاندانوں میں تقسیم کر دیا جاتا۔ اسلام نے غلامی کی یہ شکل برقرار تو رکھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں ایسی بنیادی اور انقلابی اصلاحات کیں جن سے غلامی کا مفہوم محض قید سے ہٹ کر ایک انسانی، تربیتی اور فلاحی صورت اختیار کر گیا۔ غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک، ان کی آزادی کی ترغیب، نکاح، مکاتبت اور عزت نفس کا تحفظ — یہ سب اسلامی معاشرت کے لازمی حصے بنا دیے گئے۔ اس طرح اسلام نے جنگی قیدیوں کو ذلت و استحصال کی علامت بننے کے بجائے، ایک باعزت اور منصفانہ طریقے سے معاشرتی نظام میں ضم کرنے کی حکمت عملی اختیار کی۔ اسلام نے اِن اصلاحات کے ساتھ غلامی کی اس شکل کو جائز رکھا، اس صورت میں کہ جب جنگی قیدیوں کے ساتھ اور کوئی سلوک کرنے کی گنجائش نہیں تھی۔ اور ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان کا خاص خیال رکھنے کی تاکید فرمائی چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"أطعموهم مما تأكلون و ألبسوهم مما تلبسون و لا تكلفوهم ما يغلبهم فإن كلفتموهم فأعينوهم"[29]

(ان غلاموں کو) تم جو خود کھاتے ہو انہیں بھی کھلاؤ، جو خود تم پہنتے ہو انہیں بھی پہناؤ، ان سے ان کی طاقت سے زیادہ کام مت لو، اگر کام ان کی ہمت سے زیادہ ہے تو خود ساتھ مل کر ان کی مدد کرو۔

یعنی اسلام نے غلاموں کے معاشرتی مقام میں ایک عملی تبدیلی کرتے ہوئے یہ تعلیم دی کہ ان کا مقام یہ نہیں ہے کہ وہ جانوروں کی طرح زندگی بسر کریں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور کام کاج کے معیار میں وہ تمہارے برابر ہوں یعنی عملی طور پر ان کا مقام خادم کا ہو، نہ کہ غلام کا۔ اس سلسلے میں سیرت طیبہ کا مشہور واقعہ ذہن میں لائیں کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو آنحضرت ﷺ کے منہ بولے بیٹے جو آپ کی خدمت میں بطور غلام پیش کیے گئے، لیکن آپ نے انہیں نہ صرف آزاد فرمایا، بلکہ اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا، جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے چچا انہیں لینے کے لیے آئے تو باوجود نبی اکرم ﷺ کے اختیار دینے کے، انہوں نے اپنے سگے چچا کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا، گویا پہلے غلام بنانے سے بنا تھے، اب اپنی مرضی سے بن رہے ہیں۔ اس غلامی سے مراد حضورؐ کی خدمت تھی کہ انہوں نے اپنے آپ کو حضورؐ کا خادم بنانے میں سعادت سمجھی۔ یہ حضورؐ کا حسنِ سلوک تھا کہ ایک اجنبی غلام جسے اس کا خاندان مل جاتا ہے، لیکن وہ اپنے خاندان کے ساتھ جانے کے بجائے جناب نبی کریمؐ کی خدمت میں رہنے کو ترجیح دیتا ہے۔ اسلام نے غلامی کا وہ تصور پیش کیا کہ جس میں مالک اپنے غلام کو اپنے جیسے کپڑے پہنائے، اپنے جیسا کھانا کھلائے اور اپنے جیسی زندگی کی سہولتیں مہیا کرے۔ ایسی غلامی کہ جس میں مالک کے اپنے غلام کو تھپڑ تک مارنے پر وعید ہے۔ جنگی قیدیوں کے لیے ایسی غلامی تو کسی آسان سے آسان قید سے بھی کئی گنا بہتر ہے۔

جناب نبی کریمؐ نے اپنی تعلیمات سے غلاموں کا معاملہ اتنا حساس بنا دیا کہ لوگوں نے معمولی زیادتی ہو جانے پر غلاموں کو آزاد کرنا شروع کر دیا۔ ایک غزوہ میں جناب نبی کریمؐ کو فتح حاصل ہوئی اور مخالف قبیلے کے لوگ قیدی ہو کر آگئے، جن میں غلام بھی تھے اور لونڈیاں بھی۔ حضورؐ کے حصے میں قبیلے کے سردار کی بیٹی آگئی، کسی نے کہا کہ یارسول اللہ اس شہزادی کو اگر آپؐ اپنی بیوی ہونے کا اعزاز دیں تو پورا قبیلہ مسلمان ہو سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، میں شہزادی کو آزاد کرتا ہوں۔ آزاد کرنے کے بعد حضورؐ نے شادی کی پیشکش کی تو شہزادی نے اسے اپنے لیے ایک بہت بڑا اِعزاز سمجھا اور ہاں کر دی۔ یہ ام المؤمنین حضرت جویریہؓ تھیں۔ جب یہ شادی ہوئی تو صحابہؓ نے سوچا کہ حضورؐ کے سسرال والے ہماری غلامی میں رہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ چنانچہ تمام صحابہؓ نے بالاتفاق یہ فیصلہ کیا کہ حضورؐ کے سسرال کی کوئی بندی یا کوئی بندہ ہماری غلامی میں نہیں رہے گا۔[30] حضرت جویریہؓ سے لوگ کہا کرتے تھے کہ تم اپنے خاندان کے لیے کتنی خوش قسمت ثابت ہوئی ہو کہ خود ام المؤمنین بن گئی ہو اور تمہارا قبیلہ نہ صرف تمہاری وجہ سے آزاد ہوا، بلکہ مسلمان بھی ہو گیا۔[31]

غلاموں کے حقوق

1. اسلام نے غلاموں کے حقوق سے متعلق درج ذیل ہدایات دی ہیں:
2. غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید
3. غلام کو غلام کہہ کر نہ پکارا جائے
4. غلاموں کی تعلیم و ترتیب کا اہتمام آقا کے ذمہ ہے
5. غلاموں کی شادی بیاہ کی ذمہ داری بھی آقا پر ہے

6. غلاموں کو مارنے کی ممانعت اور اگر مارا تو آزاد کرنے کا حکم
7. آقا جو کھائے اور پہنے اپنے غلاموں کو بھی وہی کھلائے اور پہنائے
8. آقا اگر کوئی شرعی خطا کرے تو اس کے کفارے میں غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم
9. سورج چاند گرہن کے وقت غلاموں کی آزادی
10. غلاموں کی صلاحیتوں کا معاشرے میں اعتراف
11. سرکاری مناصب حتی کہ اہم عہدوں پر ان کی تعیناتی۔

اب اگر اسلام کی جنگی قیدیوں سے متعلق تعلیمات کو مد نظر رکھتے ہوئے، دور جدید کے متمدن ممالک کا جنگی قیدیوں کے ساتھ سلوک ملاحظہ کر لیں، تو واضح ہو جائے گا کہ اسلام سے متعلق پھیلائے گئی باتوں میں کتنی حقیقت اور کتنا افسانہ ہے۔

آج کے دور میں غلامی کا جواز کیا ہے؟

چوں کہ غلام بنانا اسلام میں بطورِ حکم نہیں، بلکہ بطورِ اجازت ہے، تو مسلمانوں کو اس بات کی اجازت ہے کہ جب وہ قرینِ مصلحت سمجھیں، غلام بنانے کا سلسلہ موقوف رکھیں۔ اقوام متحدہ کا ایک قانون ہے جسے جنیوا کنونشن کہتے ہیں۔ یہ فوجی قیدیوں، شہری قیدیوں اور جنگی زخمیوں کے ساتھ سلوک کرنے کے کچھ اصول ہیں جن کا اطلاق سب پر ہوتا ہے۔ یہ گویا کہ تمام ممبر ممالک کے درمیان ایک معاہدہ ہے۔ جب ایک مسلم ملک اس معاہدے پر دستخط کر چکا ہے اور جب اس معاہدے کی بنا پر اس کے قیدیوں کو بھی فائدہ ہو رہا ہے تو ایسے میں اس کے لئے جائز نہیں ہو گا کہ وہ اس معاہدے کی خلاف ورزی کرے۔ اس لئے اُس ملک کے لئے عملاً یہ ناجائز ہو گا کہ وہ قیدیوں کو غلام بنائے اگرچہ اسلام کا قانون اپنی جگہ پر جوں کا توں رہے گا۔

اسلام نے غلامی کو مکمل طور پر ختم کیوں نہیں کیا جبکہ امریکہ نے کیا؟

بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اسلام نے اس غلامی کو ختم کر دیا تھا جس کا کوئی اخلاقی جواز نہیں بنتا تھا اور صرف اس غلامی کے جواز کو باقی رکھا تھا جس کا اخلاقی جواز بنتا تھا جیسا کہ پہلے اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔ امریکہ میں جو غلام تھے ان کی غلامی کا سرے سے کوئی اخلاقی جواز نہیں بنتا تھا۔ افریقیوں پر حملہ صرف غلام بنانے کی نیت سے ہی ہوتا تھا اور ان کو جانوروں کی طرح پکڑ کر پنجرے میں ڈال کر جہازوں میں بٹھا کر باقاعدہ غلامی کے لئے ہی لے جایا جاتا تھا۔ اسلام میں غلاموں کو آزاد کرنے کا باقاعدہ نظام تھا جو کہ عملی طور پر نافذ تھا جس کی وجہ سے بنے ہوئے غلام جو کہ مسلم معاشرے میں جذب ہو چکے ہوتے تھے آزاد ہوتے رہتے تھے۔ مغرب میں ایسا کوئی نظام تھا نہیں۔

اگر اسلام نے تمام غلاموں کو بیک وقت آزاد کرنے کا حکم دیا ہوتا تو بہت سارے معاشرتی اور معاشی مسائل پیدا ہو جاتے۔ امریکہ میں جب بہ یک قلم غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم نافذ ہوا تو آج تک اس کا جھٹکا امریکہ میں محسوس ہو رہا ہے۔ اس یکدم سے آزاد کرنے کے عمل کی وجہ سے آج بھی امریکہ کی جیلیں کالوں سے بھری ہوئی ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ غلاموں کو آزاد کرنے کے بعد معاشرے کے لئے آسان نہیں ہوتا کہ اتنی بڑی آزاد انسانوں کی اخلاقی تربیت کے لئے کوئی انتظام کر سکے۔ اس کی وجہ سے آج بھی امریکہ میں کالے زیادہ غریب اور زیادہ مجرم ہیں۔ مسلمانوں میں جو غلاموں کو آزاد کرنے کا نظام بنا اس کی وجہ سے ایک

نسل کے بعد غلام اور آزاد کا فرق ہی مٹ گیا۔ الغرض امریکہ کا غلاموں کو آزاد کرنا مکمل طور پر ایک دوسرا ہی پہلو رکھتا ہے جو کہ ان کے تاریخی مجرمانہ کردار کو چھپانے کی ایک کوشش ہے۔ اسلام نے غلامی کی جو اجازت باقی رکھی اس کے لئے اسلام کے پاس اخلاقی جواز موجود ہے۔

خلاصہ بحث

اسلام نے دنیا کے رائج نظام سے ہٹ کر غلاموں کے متعلق اپنی ایک الگ راہ نکالی اور اس میں اتنی لچک اور وسعت پیدا کر دی کہ نام کی تو غلامی باقی رہ گئی؛ مگر ان کے سارے حقوق آزاد انسانوں کے برابر ہو گئے، وہ اپنے آقا کی ماتحتی میں بغیر کسی فکر اور خوف کے زندگی کے شب و روز گزارتے تھے اوراپنی خدمات سے معاشرہ کے لیے کارگر ثابت ہوتے۔ مالک بھی غلام کی ضرورت اور ان کی اہمیت کو سمجھ کر ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے اور غلام بھی انھیں اپنا محسن سمجھ کر ان کی عزت کرتے، اب نہ تو انھیں تاریک کمروں میں بند کیا جاتا اور نہ ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالی جاتی تھیں، وہ جب اور جہاں چاہتے آمدورفت کر سکتے تھے، اگر ان سے کوئی غلطی ہو جاتی تو تیز اور کڑکتی دھوپ میں پتھروں پر لٹا کر زدوکوب نہیں کیا جاتا تھا اور نہ ان کی اولاد کو غلام بنایا جاتا تھا اور نہ کوئی ان کی عورتوں پر نگاہ بد ڈال سکتا تھا، غلام بھی مال و جائداد رکھنے اور اس میں اپنی مرضی سے تصرف کرنے کے مجاز تھے، کوئی دوسرا اس پر اپنا حق ہرگز نہیں جتا سکتا تھا، وہ عرب کے معزز گھرانوں میں شادی کر سکتے تھے، وہ بھی کسی دعوت اور تقریب میں شریک ہو سکتے تھے اور وہ بھی اپنے یہاں کسی کو مدعو کر سکتے تھے۔ تعلیم و تربیت کے مراحل وہ طے کرنا چاہتے تو اس سے محروم رکھنے کی کوشش نہیں کی جاتی تھی، اگر کسی نے ان کے ساتھ کسی طرح کی زیادتی کی تو وہ اسلامی عدالت سے رجوع کر سکتے تھے اور انصاف حاصل کر سکتے تھے، اگر کوئی غلام بیماری میں مبتلا ہو جاتا تو مالک اور دوسرے لوگ بھی اس کی عیادت کرنے میں ذلت محسوس نہیں کرتے تھے اور تو اور خود قرآنِ کریم میں غلاموں کا تذکرہ ملتا ہے؛ یہاں تک کہ حضور نے اپنی پھوپھی زاد بہن سے ایک آزاد غلام کی شادی کرائی، کوئی بھی دین اور مذہب اس سے زیادہ اپنے غلام کو اور کیا دے سکتا، بہ حیثیت ایک انسان وہ جن چیزوں کا مستحق تھا اسے مل گیا۔[32]

نتائج:

1. دنیا کی تقریباً تمام قدیم تہذیبوں — جیسے کہ روم، یونان، چین، مصر، ہندوستان اور عرب — میں غلامی رائج تھی۔ یہ ایک بین الاقوامی و بین الاقوامی معاشرتی، قانونی اور معاشی نظام کی حیثیت رکھتی تھی، نہ کہ صرف عرب یا اسلام کا خاصہ۔
2. اسلام نے غلامی کو فوراً ختم نہیں کیا بلکہ موجودہ حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے غلامی کے تمام دیگر ذرائع کو ختم کیا اور صرف جنگی قیدیوں کی غلامی کو محدود حالات میں باقی رکھا۔
3. اسلام نے غلاموں کو حقوق دیے، ان کے ساتھ حسن سلوک، ان کی آزادی، نکاح، وراثت، تعلیم اور رہائش کے احکام دیے، حتیٰ کہ ان کو معاشرے کا ایک باعزت فرد تسلیم کیا۔
4. غلاموں کی آزادی کے بے شمار ذرائع فراہم کیے گئے۔ قرآن و سنت میں غلام آزاد کرنے کو صدقہ، کفارہ، عبادت، اور اصلاحِ معاشرہ کا ذریعہ قرار دیا گیا۔ مکاتبت، نکاح، کفارۂ قسم، قتلِ خطا، ظہار، حتیٰ کہ سورج گرہن کے وقت بھی غلام آزاد کرنا باعثِ ثواب سمجھا گیا۔
5. رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کا عملی نمونہ: نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین نے غلاموں کی آزادی اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا عملی نمونہ پیش کیا۔ نبی کریم ﷺ نے خود 63 غلام آزاد کیے، حضرت عائشہؓ نے 67، حضرت عباسؓ نے 70، اور دیگر صحابہ نے ہزاروں کی تعداد میں غلام آزاد کیے۔

6. اسلامی غلامی اور مغربی غلامی میں فرق: مغرب نے غلامی کا مقصد صرف معاشی فائدہ، نسلی امتیاز اور وحشیانہ سلوک رکھا، جبکہ اسلام نے اسے محدود، انسانی، اور تربیتی عمل بنا دیا۔

سفارشات:

1. اسلامی موقف کو علمی و تحقیقی انداز میں اجاگر کیا جائے۔ غلامی کے حوالے سے اسلام پر کیے جانے والے اعتراضات کا مدلل جواب دینے کے لیے مدارس، جامعات اور تحقیقی ادارے اس موضوع پر مزید علمی کام کریں۔
2. بین الاقوامی تناظر میں اسلام کا انسانی کردار پیش کیا جائے۔ مختلف تہذیبوں کی غلامی کے نظام کے تقابلی مطالعے سے اسلام کے اصلاحی اور انسانی رویے کو اجاگر کر کے دنیا کو اسلام کا مثبت پیغام دیا جائے۔
3. میڈیا پر موضوع کو مثبت انداز میں پیش کیا جائے۔ مستند علمی مباحث اور ڈاکومنٹریز کے ذریعے اسلام کی غلامی کے خلاف تدابیر اور انسانی وقار کی کوششوں کو سامنے لایا جائے۔
4. اسلامی تعلیمات کے نفاذ سے جدید غلامی کا تدارک ممکن ہے۔ آج کے دور میں "جدید غلامی" جیسے جبری مشقت، انسانی اسمگلنگ اور معاشی غلامی کے خاتمے کے لیے اسلامی تعلیمات پر عملدرآمد نہایت ضروری ہے۔
5. اسلام کی غلامی سے متعلق تعلیمات کو علمی و سماجی طور پر اجاگر کیا جائے۔ جدید دنیا میں اسلام کے خلاف پھیلائی گئی غلط فہمیوں کو ختم کرنے کے لیے اسلامی نقطہ نظر کو تعلیمی اداروں، میڈیا اور بین الاقوامی فورمز پر پیش کیا جائے۔
6. اسلامی غلامی کی اخلاقی بنیادوں پر وضاحت کی جائے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ غلامی سے متعلق اسلامی احکامات کے پیچھے موجود انسانی حکمت، تدریج اور عدل پر مبنی اصولوں کو دنیا کے سامنے پیش کریں تاکہ اسلام کے خلاف پھیلائی گئی پروپیگنڈا کا علمی جواب دیا جا سکے۔
7. موجودہ بین الاقوامی معاہدات کی پاسداری کی جائے۔ اسلامی ممالک جنہوں نے جنیوا کنونشن جیسے معاہدات پر دستخط کیے ہیں، ان کے مطابق جنگی قیدیوں کے ساتھ روایتی غلامی کے بجائے متبادل نظام اپنانا شریعت کے خلاف نہیں ہے بلکہ شریعت کی مصلحت کی ایک صورت ہے۔
8. نبی کریم ﷺ کی سیرت غلامی کی اصلاح کا بنیادی ماخذ بنائی جائے۔ سیرتِ نبوی میں غلاموں کے ساتھ حسن سلوک، آزادی، نکاح اور مساوات کے جو بے نظیر نمونے ہیں، ان کو اسلامی تعلیم و تربیت کا لازمی حصہ بنایا جائے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] KR Bradley,Suetonius' Life of Nero: An Historical Commentary ,(Collection Latomus, Brussels, 1978),P:115

[2] RH Barrow ,Slavery in the Roman Empre ,(Barnes & Noble, 1998),P:35

[3] MI Finley ,Ancient Slavery and Modern Ideology ,(Chatto and Windus, 1980),P:251

[4] https://www.britannica.com/topic/slavery-sociology،تاریخ رسائی،10 فروری،2025ء

"https://www.britannica.com/topic/slavery-sociology, tareekh rasai, 10 February, 2025."

[5], Jane L. Rowlandson , Roger S. Bagnall, Slavery and Dependence in Ancient Egypt,(Cambridge University Press, 2024),P:110

[6]Jacqueline Dembar Greene (2000), "Slavery in Ancient Egypt and Mesopotamia" (New York: 2000),P:78

[7] K. S. Lal, Muslim Slave System in Medieval India (New Delhi, 1994);P:235

[8] Hassanein, Mohamed (2022). "Beyond the Arab Lens: Revisiting the Trans-Saharan Slave Trade". Journal of African History. **63** (2): 215–234

[9] سید امیر علی، روح اسلام، (دہلی: اسلامک بک سینٹر، 2005ء)، ص405

Syed Ameer Ali, Rooh-e-Islam, (Delhi: Islamic Book Center, 2005),P:405.

[10] قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، (الریاض: دار عالم الکتب، 2003ء)، ج6، ص286

Qurtubi, Abu Abdullah Muhammad bin Ahmad, Al-Jami' li Ahkam al-Qur'an, (Al-Riyadh: Dar Alam al-Kutub, 2003),Vol:6, P:286.

[11] قشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم (بیروت: دار العلم، 1994ء)، ج2، ص315، حدیث نمبر:1660

Qushayri, Muslim bin Hajjaj, Sahih Muslim, (Beirut: Dar al-Ilm, 1994), Vol:2, P:315, Hadees No: 1660.

[12] سورۃ النساء:92:04

Surah An-Nisa:04:96

ملاحظہ فرمائیں: سورۃ المجادلہ:03:58

Surah Al-Mujadilah:58:03

[13] سورۃ النور:33:24

Surah An-Nur:24:33

[14] سورۃ النور:32:24

Surah An-Nur:24:33

[15] سورۃ البلد:12:90، 13

Surah Al-Balad: 90:12, 13

[16] سورۃ النور:33:24

Surah An-Nur:24:33

[17] سورۃ المائدۃ:89:05

Surah Al-Ma'idah:05:89

[18] سورۃ المجادلۃ:03:58

Surah Al-Mujadilah:58:03

[19] سورۃ النساء:92:04

Surah An-Nisa:04:92

[20] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب العلم (ریاض: دار السلام، 1997ء)، ج1، ص35، حدیث نمبر:97

Bukhari, Muhammad bin Isma'il, Sahih al-Bukhari, Kitab al-Ilm (Riyadh: Darussalam, 1997),Vol:01 , P:35, Hadith No: 97

[21] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر، ج2، ص315، حدیث نمبر:4211

Bukhari, Muhammad bin Isma'il, Sahih al-Bukhari, Kitab al-Maghazi, Bab Ghazwah Khaibar,Vol:02 P:315, Hadith No: 4211

[22] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، (بیروت: دار صادر)، ج8، ص223

Ibn Sa'd, Al-Tabaqat al-Kubra, (Beirut: Dar Sader),Vol:08,P:223

[23] ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج8، ص214

Ibn Sa'd, Al-Tabaqat al-Kubra,Vol:08,P:214

[24] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب العتق، باب من أعتق شرکا لہ فی عبد، ج1، ص425، حدیث نمبر:2517

Bukhari, Muhammad bin Isma'il, Sahih al-Bukhari, Kitab al-'Itq, Bab Man A'taq Sharkan Lahu Fi 'Abd,Vol:01,P:425, Hadith No: 2517

[25] ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، (قاہرہ: دار الریان للتراث، 1987ء)، ج1، ص123–125

Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Zad al-Ma'ad fi Hady Khayr al-'Ibad, (Cairo: Dar al-Rayan lil-Turath, 1987),Vol:01,P:123–125

[26] ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، (بیروت: دار الجیل)، ج1، ص250–270

Ibn 'Abd al-Barr, Al-Isti'ab fi Ma'rifat al-Ashab, (Beirut: Dar al-Jil),Vol:01,P:250–270

[27] ذہبی، شمس الدین، سیر اعلام النبلاء، جلد2، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1998ء، ص400–420

Dhahabi, Shams al-Din, Siyar A'lam al-Nubala', Jild 2, Mu'assasat al-Risalah, Beirut, 1998,P:400–420

[28] ابن قیم الجوزیہ، زاد المعاد، ج3، ص109–110

Ibn Qayyim al-Jawziyyah, Zad al-Ma'ad,Vol:03,P:109–110

[29] قشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، ج2، ص315، حدیث نمبر:1661

Qushayri, Muslim bin al-Hajjaj, Sahih Muslim,Vol:02,P:315, Hadith No: 1661

[30] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوہ بنی المصطلق، ج2، ص289، حدیث نمبر:4211

Bukhari, Muhammad bin Isma'il, Sahih al-Bukhari, Kitab al-Maghazi, Bab Ghazwah Bani al-Mustaliq,Vol:2,P:289, Hadith No: 4211

[31] ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، (بیروت: دار الفکر، 2004)، ج2، ص289–292

Ibn Hisham, Al-Sirah al-Nabawiyyah, (Beirut: Dar al-Fikr, 2004),Vol:02,P:289–292

[32] سید امیر علی، روح اسلام، ص214

Syed Amir Ali, Ruh-e-Islam,P:421